Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 03, July - September 2026, **PP**: 202-220
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

سلطان محمود غزنوی کی شخصیت و کردار: اسلامی مصادر اور علمائے کرام کی آراء کا تحلیلی مطالعہ

Sulṭān Maḥmūd Ghaznavī's Persona and Conduct: An Analytical Study of Islamic Sources and the Views of Muslim Scholars

1. Dr. Muhammad Amjad amjad_mailsi@yahoo.com	*Associate Professor,* *Department of Islamic Studies,* *Bahauddin Zakariya University, Multan.*
2. Dr. Allah Ditta *(Corresponding Author)* profabughufran475@gmail.com	*HOD,* *Islamic Studies Department,* *FG Degree College for Women, Multan Cantt.*
3. Javeria Hayee jiarao167@gmail.com	*The Women University, Multan.*

How to Cite: Dr. Muhammad Amjad, Dr. Allah Ditta and Javeria Hayee. 2026: "Sulṭān Maḥmūd Ghaznavī's Persona and Conduct: An Analytical Study of Islamic Sources and the Views of Muslim Scholars". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (03): 202-220.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
25-07-2026	22-08-2026	10-09-2026

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

سلطان محمود غزنوی کی شخصیت و کردار: اسلامی مصادر اور علمائے کرام کی آراء کا تحلیلی مطالعہ

Sulṭān Maḥmūd Ghaznavī's Persona and Conduct: An Analytical Study of Islamic Sources and the Views of Muslim Scholars

1. **Dr. Muhammad Amjad**
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.
amjad_mailsi@yahoo.com

2. **Dr. Allah Ditta**
(Corresponding Author)
HOD, Islamic Studies Department, FG Degree College for Women, Multan Cantt.
profabughufran475@gmail.com

3. **Javeria Hayee**
The Women University, Multan.
jiarao167@gmail.com

Abstract

This article examines the divergent historical perspectives on Sulṭān Maḥmūd Ghaznavī, who has been portrayed in Islamic historical sources and scholarly writings both as a plunderer and as a Mujahid (a warrior striving in the cause of Islam). It explores the views of eminent Muslim scholars, particularly those of the Indian subcontinent, to investigate how they assessed his character, military campaigns, and underlying motives. Despite his remarkable military achievements, which have often been compared with those of Alexander the Great, Sulṭān Maḥmūd Ghaznavī's historical legacy has remained a subject of considerable debate, oscillating between the image of a valiant Mujahid and that of a ruler driven primarily by the pursuit of wealth. This study critically examines these contrasting interpretations by analyzing the opinions of prominent scholars and addressing the principal objections raised against him. Through a systematic assessment of these scholarly perspectives, the article seeks to clarify the historical and religious dimensions of his campaigns and to present a nuanced, balanced, and evidence-based understanding of Sultan Mahmud Ghaznavī's legacy and motivations.

Keywords: *Sulṭān Maḥmūd Ghaznavī, Islam, Conquer, Scholars, Indo-Pak.*

تمہید

سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ ایک بہت عظیم فاتح گزرے ہیں جن کی فتوحات کی تعداد سکندر اعظم سے بھی زیادہ ہے لیکن انہیں وہ شہرت اور عزت نہیں مل سکی جن کے وہ حقدار تھے۔ اس کے برعکس بد قسمتی سے اس کے بارے میں دو متضاد آراء پائی جاتی ہیں۔ پہلی رائے کے مطابق وہ مجاہد تھا اور دوسری رائے کے مطابق وہ لٹیرا تھا۔ اس مقالہ میں سلطان محمود غزنویؒ کے بارے میں جید مسلم علماء کی آراء کو ذکر کیا گیا ہے کہ سلطان محمودؒ اسلام کا مجاہد تھا، جس نے اسلام کی اشاعت کے لیے کوششیں کیں یا کہ وہ ایک لٹیرا تھا جس کا مقصد برصغیر پاک وہند پر حملہ کر کے دولت اکٹھی کرنا اور واپس اپنے ملک لے کر جانا تھا۔ اس مقالے میں ان دونوں آراء کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا اور یہ واضح کیا جائے گا کہ سلطان محمود غزنوی کا مقصد کیا تھا؟ اس ضمن میں علمائے کرام کے اقوال بیان کیے گئے ہیں اور ان کے اقوال کی روشنی میں سلطان محمود غزنویؒ کے کردار کا تعین کیا گیا ہے۔ نیز سلطان محمود غزنویؒ پر جو اعتراضات کیے

جاتے ہیں، ان کے جوابات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس موضوع تحقیق کی اہمیت کے بارے میں مولانا نجیب اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ آج محمود غزنویؒ اور اورنگ زیب عالمگیرؒ کی نسبت بہت سے پڑھے لکھے جاہل اور عاقل نما احمق، غلط فہمی میں مبتلا ہو کر دوسروں کو غلط فہمی میں مبتلا کرتے اور مقصد اسلامی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ محمود و عالمگیر کے متعلق ضرورت پیدا ہو گئی ہے کہ جھوٹ کو جھوٹ ثابت کر کے آئینہ حقیقت نما سامنے رکھ دیا جائے۔[1] اسی وجہ سے اس موضوع تحقیق کا انتخاب کیا گیا ہے اور تجزیاتی و تاریخی تحقیق کی مدد سے نتائج و سفارشات کو واضح کیا گیا ہے۔

سلطان محمود غزنویؒ کے حالات زندگی

ان کا نام محمود بن سبکتگین اور کنیت ابو القاسم تھی۔[2] ان کی پیدائش عاشورہ کی رات 10 محرم الحرام کو غزنی میں ہوئی۔[3] سالِ پیدائش کے حوالے سے ذرائع میں دو روایتیں ہیں: ایک مصدر میں 357ھ درج ہے۔ جبکہ زیادہ تر میں عرصۂ حیات 361-421ھ لکھا گیا ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ عیسوی تقویم کے مطابق یہ 971 -1030 ء بنتا ہے۔[4] ان کی والدہ زابلستان کی ایک شہزادی (الزابلیہ) تھیں۔[5] وہ نسل کے اعتبار سے ترک تھے، لیکن زبان و تہذیب کے لحاظ سے مستعرب (عربی زبان و ثقافت کو دل و جان سے اپنانے والے) تھے۔[6] انہیں یمین الدولہ، عادل، بامراد اور مظفر امام کہا جاتا ہے۔ تخت نشینی سے پہلے ان کا لقب سیف الدولہ تھا۔[7]

ان کے والد امیر سبکتگین (ناصر الدولہ ابو منصور) سامانی امیر نوح بن نصر کے عہد میں بخارا آئے تھے۔ وہ ابنِ الپتگین کی رفاقت میں پہلے بخارا اور پھر غزنی پہنچے۔ ابنِ الپتگین کی وفات کے بعد لوگوں نے متفقہ طور پر انہیں اپنا امیر منتخب کیا۔[8] محمود نے اپنے والد کے زیرِ سایہ ناز و نعم میں پرورش پائی اور ابتدائی عمر سے ہی ان کے ہمراہ جہادی مہمات میں شریک رہے۔[9] سبکتگین کا انتقال 387ھ میں ہوا۔ انہوں نے اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑے: محمود، اسماعیل اور نصر۔[10] ان کی بہادری کی بنا پر والد نے انہیں نیشاپور کا گورنر بنایا تھا اور سامانی امیر نوح بن منصور نے انہیں سیف الدولہ کے لقب سے نوازا تھا۔[11] والد کی وفات کے وقت محمود نیشاپور میں مقیم تھے۔ انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں (اسماعیل اور نصر) پر غلبہ حاصل کیا اور 389ھ میں امارت کا مکمل تسلط حاصل کر لیا۔ عباسی خلیفہ القادر باللہ نے انہیں سلطنت کی خلعت اور شاہی سند ارسال کی۔ انہوں نے سامانیوں سے ان کی سلطنت چھینی اور ماوراء النہر کے ترک بادشاہ کے خلاف ثابت قدمی سے جنگ لڑی۔[12] انہوں نے ہندوستان پر ہر سال کم از کم ایک جہادی مہم کرنے کو اپنا مستقل معمول بنا لیا تھا۔ ان کے دور کے ایک ایک لمحے کی تاریخ لکھی گئی ہے۔ (یمین الدولہ ان کا لقب تھا، لہٰذا عتبی نے انہی کے نام کی مناسبت سے اپنی کتاب کا نام تاریخ الیمینی رکھا۔ سلطان محمود غزنوی کے حالاتِ زندگی کے بنیادی اور اہم معاصر مصادر میں ابو نصر محمد بن عبد الجبار العتبی (م 427ھ) کی کتاب شامل ہے۔) ان کی مملکت ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے لے کر نیشاپور (ایران) تک پھیلی ہوئی تھی۔[13] وہ بلند پایہ فقیہ، فصیح و بلیغ انسان، انتہائی ذہین، گہری سوچ رکھنے والے اور صائب الرائے تھے۔ وہ علماء کی مجالس میں بیٹھتے اور علمی مباحثوں میں حصہ لیتے تھے۔ فقہ حنفی کے فروعی مسائل (جزئیات) پر مشتمل کتاب "التفرید" ان کی طرف منسوب ہے، جس میں لگ بھگ 60,000 مسائل درج ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے خطبات، علمی مراسلات (خطوط) اور شعری کلام بھی ان کی علمی یادگار ہیں۔ دنیا بھر سے علماء ان کے دربار کا رخ کرتے، جن کا وہ بے حد احترام کرتے تھے۔ ادیب العتبی نے اپنی مشہور کتاب الیمینی انہی کے نام پر لکھی۔[14]

انہیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تاریخ کے چار عظیم عادل حکمرانوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے (دیگر تین: نظام الملکؒ، صلاح الدین ایوبیؒ اور نور الدین زنگیؒ ہیں)[15] وہ صوم و صلوٰۃ کے پابند، تلاوتِ قرآن کے عادی اور باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا

کرنے والے سنی مسلمان تھے۔ وہ متعصب نہ تھے اور نہ ہی کسی ہندو کو اسلام پر مجبور کیا۔ غزنی میں ہندوؤں کا الگ محلہ تھا جہاں وہ اپنی رسوم (بشمول ستی) آزادی سے ادا کرتے تھے۔ انہوں نے خلیفہ بغداد کی حمایت میں مملکت کو قرامطیوں اور باطنیوں سے پاک کیا۔ محمود درمیانہ قد، خوب صورت رنگ وروپ والا اور حسین چہرے کا مالک تھا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی اور بال سرخی مائل تھے۔[16] انہوں نے دریائے غزنین پر آبپاشی کے لیے ایک بند اور کئی عمارتیں بنوائیں۔ ان کا ایک مینار اب بھی پرانے غزنین میں موجود ہے، جبکہ باقی عمارتیں علاؤالدین جہانسوز نے تباہ کر دیں۔ وہ آخری دو سال شدید بد ہضمی (سوءِ مزاج) اور پیچش (اسہال) کے مرض میں مبتلا رہے اس شدید تکلیف میں بھی کبھی بستر پر لیٹ کر آرام نہیں کیا بلکہ ہمیشہ تکیے کے سہارے بیٹھ کر امورِ سلطنت چلاتے رہے۔ جب اطباء نے آرام کا مشورہ دیا تو فرمایا! کیا تم چاہتے ہو کہ میں حکومت سے دستبردار ہو جاؤں؟ ان کا انتقال 11 صفر ایک قول کے مطابق ربیع الثانی 421ھ 1030ء کو غزنی (افغانستان) میں ہوا اور وہیں ان کا مزار ہے۔[17] اس وقت 64 سال کے قریب عمر تھی اور ان کی مدت حکومت پینتیس سال ہے۔[18]

ان کی وفات پر ان کے بیٹے مسعود نے کہا! اللہ ان پر رحمت فرمائے، کیونکہ کسی ماں نے محمود جیسا بیٹا جنم نہیں دیا۔[19] مولانا طارق جمیل کے بقول 1974ء میں غزنی میں زلزلے کے بعد جب ان کا مزار دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے قبر کھودی گئی، تو 1000 سال گزرنے کے باوجود ان کا لکڑی کا تابوت اور جسم مبارک بالکل صحیح سلامت اور محفوظ تھا۔[20] یہ امر اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ ایک نیک دل اور متقی وعادل بادشاہ تھے۔ جن کی نیکیاں بارگاہ خداوندی میں مقبول تھیں، اسی وجہ سے ان کا جسم اور تابوت ہزار سال کے بعد بھی صحیح وسالم اور محفوظ تھا۔

سلطان محمود غزنویؒ کے بارے میں علمائے کرام کی آراء

اسلامی مصادر و مآخذ کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ کو محض ایک فاتح و بادشاہ ہی نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اہل علم اور علمائے کرام نے ہمیشہ ان کی علمی بصیرت، دینی غیرت اور فقہی مہارت کو بھی سراہا ہے۔ چنانچہ عصرِ غزنوی سے لے کر موجودہ دور تک جید علماء اور مؤرخین نے اپنی تحریروں میں ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، کسی نے ان کی شجاعت و بہادری کو خراجِ تحسین پیش کیا، تو کسی نے ان کی عبادت گزاری اور زہد و تقویٰ کو، جبکہ بہت سے علماء نے ان کے فقہی کمالات اور علمی مقام کو نمایاں کیا۔ اختصار کے پیش نظر صرف چند علماء کی آراء کو بیان کیا جائے گا ورنہ سلطان کے مداحین کا ایک نہ ختم ہونے والا لمبا سلسلہ ہے۔ جو ایک تفصیلی مقالے کا متقاضی ہے۔

علامہ ذہبیؒ

سلطان محمود غزنویؒ کے تعارف میں علامہ ذہبیؒ (م 748ھ) کا نقطہ نظر اوپر بیان ہو چکا ہے کہ وہ سلطان کو ایک عادل اور نیک دل بادشاہ خیال کرتے تھے۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ جنگ سے قبل ہر راجے کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح تین امور کی دعوت دیا کرتا تھا کہ یا تو اسلام قبول کر لو یا میرے باج گزار ہو جاؤ یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔[21] یہ امر اس بات کو بخوبی واضح کرتا ہے کہ سلطان کی ان مہمات کا مقصد صحابہ کی طرح جہاد فی سبیل اللہ ہی تھا۔ اسی لیے وہ ہر جنگ سے قبل کفار کو دعوت اسلام پیش کیا کرتے تھے۔ نیز انہوں نے سلطان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ مصر کی فاطمی سلطنت کی طرف سے 'التاہرتی' نامی ایک باطنی (اسماعیلی) داعی خفیہ طور پر سلطان محمودؒ کو اپنے عقیدے کی دعوت دینے غزنی آیا۔ وہ اپنے ساتھ شعبدہ بازی کے طور پر ایک ایسا عجیب وغریب خچر لایا تھا جو ہر گھڑی اپنا رنگ بدلتا رہتا تھا تاکہ لوگ مرعوب ہو سکیں۔ جب سلطان محمود غزنویؒ اس داعی کے

مکر و فریب اور باطل نظریات سے واقف ہو گئے، تو انہوں نے اس کی فتنہ انگیزی کے سدِ باب کے لیے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد سلطان نے اس کا وہ رنگ بدلنے والا خچر ہرات کے جید عالمِ دین اور قاضی ابو منصور محمد بن محمد الازدیؒ کو تحفے میں بھیج دیا اور ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: "پہلے اس خچر پر ملحدوں (بے دینوں) کا سرغنہ سوار ہوا کرتا تھا، اب اس پر موحدوں (توحید پرستوں) کے پیشوا کو سوار ہونا چاہیے۔"[22] سلطان کا یہ عمل ان کے اندر موجود دینی غیرت و حمیت کو بخوبی ظاہر کرتا ہے۔

علامہ سبکیؒ

علامہ سبکیؒ (م 771ھ) نے بھی اپنی کتاب طبقات الشافعین میں سلطان کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کی ہے جن میں سے کچھ اوپر سلطان کے حالات میں بیان ہو چکی ہے۔ انہوں نے سلطان محمودؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ انتہائی عادل اور منصف مزاج بادشاہ تھے۔ ان کے عدل و انصاف کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک عام آدمی نے ان سے شکایت کی کہ سلطان کا بھانجا ہر وقت زبردستی اس کے گھر میں گھس آتا ہے، اس کے اہل خانہ پر قابو پالیتا ہے، اسے گھر سے باہر نکال دیتا ہے اور اس کی بیوی کے ساتھ خلوت اختیار کرتا ہے۔ وہ شخص اس معاملے میں سخت عاجز آچکا تھا اور جب بھی اس نے کسی درباری یا بااثر عہدے دار سے اس کی شکایت کی، تو سلطان کے رعب اور خوف کی وجہ سے کسی کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہ ہوئی۔ جب سلطان نے یہ بات سنی تو وہ شدید غصے میں آگئے اور اس شخص سے کہا: افسوس تم پر! جب بھی وہ اب تمہارے پاس آئے، تم فوراً میرے پاس آنا اور مجھے مطلع کرنا اور اگر کوئی تمہیں میرے پاس آنے سے روکے تو اس کی بات ہرگز نہ سننا، خواہ وہ رات کا وقت ہی کیوں نہ ہو، تم آنا اور مجھے خبر کرنا۔ پھر سلطان نے اپنے دربانوں اور محافظوں کو بلا کر حکم دیا کہ: یہ شخص رات یا دن کے جس حصے میں بھی میرے پاس آنا چاہے، اسے کوئی نہ روکے۔ وہ آدمی دعائیں دیتا ہوا خوشی خوشی گھر لوٹ گیا۔ ابھی ایک یا دو ہی راتیں گزری تھیں کہ اس نوجوان بھانجے نے دوبارہ اس کے گھر پر دھاوا بول دیا، اسے زبردستی گھر سے باہر نکال دیا اور اس کی بیوی کے ساتھ تنہائی اختیار کر لی۔ وہ شخص روتا ہوا سلطان کے محل پہنچا، تو دربانوں نے کہا کہ سلطان اس وقت سو رہے ہیں۔ اس نے کہا: لیکن سلطان نے تمہیں حکم دیا تھا کہ مجھے دن ہو یا رات، آنے سے نہ روکا جائے! چنانچہ انہوں نے سلطان کو بیدار کیا، اور سلطان اکیلے ہی اس کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھ کسی (لشکر یا محافظ) کو نہ لیا۔ یہاں تک کہ وہ اس شخص کے گھر پہنچے اور دیکھا کہ وہ لڑکا اس عورت کے ساتھ ایک ہی بستر پر لیٹا ہوا ہے اور پاس ہی ایک موم بتی جل رہی ہے۔ سلطان آگے بڑھے اور سب سے پہلے اس موم بتی کو بجھا دیا، پھر آگے بڑھ کر اس لڑکے کا سر قلم کر دیا اور اس آدمی سے کہا: افسوس تم پر! جلدی سے میرے لیے پینے کا پانی لاؤ۔ وہ پانی لایا، تو سلطان نے اسے پی لیا اور واپس جانے لگے۔ اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے بتایئے کہ آپ نے (سر قلم کرنے سے پہلے) موم بتی کیوں بجھائی تھی؟ سلطان نے جواب دیا: افسوس تم پر! وہ میرا سگا بھانجا تھا اور میں یہ ناپسند کرتا تھا کہ قتل کرتے وقت اس کا چہرہ دیکھوں تاکہ ماما کا رشتہ میرے عدل کے آڑے نہ آئے۔ اس شخص نے پھر پوچھا: اور آپ نے اتنی جلدی پانی کیوں طلب کیا؟ سلطان نے کہا: جب سے تم نے مجھے اپنے دکھ کی خبر دی تھی، میں نے اپنے نفس پر یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک میں تمہاری دادرسی نہ کر لوں، نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا اور میں اس وقت سے پیاسا تھا جب سے تم نے مجھے اپنے دکھ کی خبر دی تھی، میں نے اپنے نفس پر یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک میں تمہاری دادرسی نہ کر لوں، نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا۔ یہاں تک کہ میں تمہاری مدد کر دوں اور تمہارا حق تمہیں دلا دوں۔ چنانچہ میں ان تمام دنوں پیاسا رہا، یہاں تک کہ وہ سب کچھ ہو گیا جو تم نے ابھی دیکھا۔ یہ سن کر اس شخص نے دل سے سلطان کے لیے دعاء کی اور سلطان کسی کو خبر ہوئے بغیر خاموشی سے اپنے محل واپس لوٹ گئے۔[23] یہ واقعہ سلطان محمود غزنویؒ کے بے مثال انصاف کی طرف دلالت کرتا ہے۔

اگرچہ اس واقعے پر علامہ سبکیؒ نے کلام کیا ہے اور اس کی شرعی غلطیاں واضح کی ہیں[24] اور سلطان کے لیے مجتہد ہونے کی شرط کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ تاہم یہ واقعہ سلطان کی حسن نیت، رعایا کی خیر خواہی اور فوری انصاف کو ظاہر کرتا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ

اَبو الفداء اِسماعیل بن عمر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م 774ھ) مشہور مؤرخ ہیں۔ آپ نے غزوہ ہند کی احادیث ذکر کی ہیں اور اس کے ماتحت محمود غزنویؒ کی فتوحات ذکر کیں یعنی وہ اس کا مصداق محمود غزنویؒ کو ٹھہرا رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "اس کے بعد غزنی کے عظیم الشان اور جلیل القدر فرمانروا محمود بن سبکتگین نے تقریباً 400ھ کے آس پاس ہندوستان پر حملہ کیا۔ وہ ہندوستان کے اندر تک داخل ہوئے، دشمنوں کو قتل کیا، قیدی بنائے، بہت سے لوگوں کو غلام بنایا، کثیر مالِ غنیمت حاصل کیا اور سومنات پہنچ کر اس عظیم بت کو توڑ دیا جس کی وہاں پوجا کی جاتی تھی۔ اس کے زیورات، تلواریں اور ہار وغیرہ اپنے قبضے میں لیے، پھر اللہ کی تائید و نصرت کے ساتھ صحیح سلامت اور فاتحانہ انداز میں واپس لوٹے۔"[25] یعنی ابن کثیرؒ کے نزدیک محمود غزنویؒ کی ہندوستانی مہمات محض سیاسی یا مادی فتوحات نہیں تھیں، بلکہ اسلامی غلبے اور بت پرستی کے خاتمے کی جدوجہد تھی۔ نیز ان کی فتح یاب واپسی کو اللہ کی تائید و نصرت سے تعبیر کرنا سلطان محمود غزنویؒ کے بارے میں ابن کثیرؒ کے مثبت اور تعظیمی نقطۂ نظر کی واضح عکاسی کرتا ہے۔ نیز ابن کثیرؒ نے غزوہ ہند کا مصداق محمود غزنویؒ کو قرار دیا ہے اگرچہ یہ صحیح نہیں ہے مگر اس سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ ابن کثیر کے نزدیک سلطان محمود غزنویؒ کی کیا وقعت تھی۔ ابن کثیرؒ نے ایک دوسرے مقام پر بھی محمود غزنویؒ کو خوب خراج تحسین پیش کیا ہے اور اس نے سلطان کو عظیم عادل بادشاہ، مجاہد اور ہندوستان کا فاتح قرار دیا ہے۔[26]

ابن کثیرؒ نے سلطان محمودؒ کے تذکرے میں اس کی بہت زیادہ تعریف کی ہے اور اسے عدل و انصاف کرنے والا بادشاہ قرار دیا ہے اور اس کے سنی ہونے کی بھی تعریف کی ہے کہ فاطمیوں کے قاصد جب اس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس خطوط اور ہدایہ لے کر آتے تو یہ فاطمیوں کے ہدایہ اور خطوط کو جلا دیا کرتا تھا۔ سلطان محمودؒ کے رفاہی کاموں کی تعریف بھی کی ہے کہ اس نے نہر جیحون پر ایک پل تعمیر کرایا تھا جس کی تعمیر کرنے سے خلفاء اور بادشاہ عاجز آگئے تھے اور صرف اس کی تعمیر پر دو کروڑ دینار خرچ کیے۔ انہوں نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ نہایت پاک دامن اور دیانت دار بادشاہ تھا۔ گنہگاروں سے نفرت کرتا تھا اور ان سے کوئی چیز قبول نہیں کرتا تھا۔ علماء اور محدثین سے محبت رکھتا تھا اور ان کا اکرام کرتا تھا اور ان کی مجلسوں میں بیٹھتا تھا۔ کسی کو یہ جرات نہ تھی کہ ان کی مملکت میں اعلانیہ طور پر کوئی معصیت کرے اور یہ کہ شراب پیے۔ وہ فضول کھیل کود کو پسند نہیں کرتا تھا۔ سلطان محمود نیک اور دیندار لوگوں کو پسند کرتا تھا اور ان سے حسن سلوک کرتا تھا۔[27] یہ تاریخی شواہد واضح کرتے ہیں کہ ابن کثیر کے نزدیک سلطان محمود غزنویؒ ایک مثالی اور عادل حکمران تھا۔ جس کی ضرورت آج مسلم امہ کو شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔

شیخ محی الدین عبد القادرؒ

شیخ محی الدین عبد القادرؒ جواہر المضیہ میں امام مسعود بن شیبہ کی کتاب "التعلیم" سے نقل کرتے ہیں کہ سلطان محمودؒ ممتاز فقہاء میں سے تھے اور فصاحت و بلاغت میں اپنے وقت کے یگانہ (بے مثل) تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کی فقہ، حدیث، خطبات اور رسائل میں تصانیف ہیں اور ان کا شعر بھی عمدہ ہے۔ ان کی تصانیف میں سے ایک کتاب التفرید ہے جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب (فقہ حنفی) پر ہے۔ یہ کتاب غزنی کے شہروں میں مشہور ہے اور یہ نہایت عمدہ اور کثیر المسائل ہے۔ انہوں نے کہا کہ شاید اس میں تقریباً ساٹھ ہزار مسائل ہیں۔"[28]

ابن خلکانؒ

سلطان محمود غزنویؒ کی سخاوت وفیاضی کے بارے میں ابن خلکان لکھتے ہیں کہ محمود غزنویؒ اسلامی تاریخ کا گوہر شب چراغ ہے، وہ جتنا عظیم فاتح تھا۔ اس سے بڑھ کر علم دوست اور علم پرور بھی تھا۔ وہ خود عالم، شاعر اور مصنف تھا اس کے دربار میں فردوسی سے شاعر، البیرونی سے حکیم اور اس کے عہد کے علماء اور فضلا کا مجمع رہتا تھا۔ فارسی اس کی مادری زبان تھی۔ عربی سے بھی واقف تھا۔ فقہ وحدیث اور عجم وعرب کی تاریخ میں پوری دست گاہ رکھتا تھا۔ اس کی حدیث دانی کے متعلق ابن خلکان کا بیان ہے کہ علم حدیث کا بڑا دلدادہ تھا اس کا سماع کرتا تھا اور اس کے متعلق علماء سے سوال کیا کرتا تھا۔[29] یہ اقتباس سلطان کی علم دوستی اور علم پروری پر دال ہے۔ نیز یہاں یہ بھی صراحت ہے کہ وہ خود بھی عالم دین تھا جو علم حدیث سے بڑا شغف رکھتا تھا۔

علامہ ابن اثیرؒ

علامہ ابن اثیرؒ (م630ھ) کا بیان ہے کہ یمین الدولہ محمود بن سبکتگین عقل مند، دیندار، نیک اور صاحبِ علم ومعرفت تھا۔ اس کے لیے مختلف علوم وفنون میں بہت سی کتابیں تصنیف کی گئیں۔ ملک کے دور دراز علاقوں سے علماء اس کے پاس آتے تھے، اور وہ ان کی عزت وتکریم کرتا، ان کی طرف خصوصی توجہ دیتا، ان کا مرتبہ بلند سمجھتا اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا تھا۔ وہ انصاف پسند تھا، اپنی رعایا کے ساتھ بہت زیادہ احسان اور نرمی کا برتاؤ کرتا تھا۔ اس نے بہت سی جنگیں لڑیں اور ہمیشہ جہاد میں مصروف رہتا تھا۔ اس کی فتوحات مشہور اور تاریخ میں مذکور ہیں۔[30] نیز پورے عالم اسلام کے لوگ اس کے پاس امداد واعانت کے لیے آیا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ خراسان کے لوگ اس کے پاس آئے کہ وہ حج کے راستے کو محفوظ بنانے کے لیے اقدامات کرے تو اس نے ضروری اقدامات کیے۔[31] علمی سرپرستی، عدل، رعایا پروری اور جہاد سب جمع نظر آتے ہیں۔ خصوصاً حج کے راستے کی حفاظت کے لیے اقدامات سے اس کی سیاسی ذمہ داری اور دینی وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ

سلطان محمود غزنویؒ کو سراہنے والے علماء میں سے ایک ممتاز نام علامہ شبلی نعمانیؒ (م1914ء) کا ہے، جو خود ایک نامور سیرت نگار، فقیہ اور مؤرخ تھے۔ وہ سلطان محمود غزنویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ محمود غزنوی جس کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے، فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا، فن فقہ میں اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف موجود ہے جس کا نام التفرید ہے اور جس میں کم وبیش ساٹھ ہزار مسئلے ہیں۔[32] شبلی کا یہ اقتباس اس بات کی روشن دلیل ہے کہ سلطان محمود غزنوی کی شخصیت صرف میدانِ جنگ تک محدود نہیں تھی، بلکہ وہ اپنے دور کے ممتاز فقہا اور علماء میں شمار ہوتے تھے اور انہی کی طرح بعد کے ادوار میں بھی علماء نے ان کی علمی اور فقہی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے انہیں ایک فقیہِ اعلیٰ اور عالمِ ربانی قرار دیا۔

مولانا سرفراز خان صفدرؒ

مولانا سرفراز خان صفدرؒ (م1430ھ) نے مختلف مقامات پر سلطان کی عظمت کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ آپ مسلم امہ کی نشاۃ ثانیہ کے حصول کے لیے سلطان محمود غزنویؒ کو ایک مثالی مسلم حکمران اور مجاہد کے طور پر یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا سرفراز خان صفدرؒ دعاء کرتے ہوئے کہتے ہیں: آج بھی دعاء کرو کہ اللہ تعالیٰ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا کوئی آدمی ہمیں عطا کرے۔ پروردگار الپ ارسلان سلجوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا آدمی دے، پروردگار سلطان بایزید یلدرم ترکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا کوئی بندہ دے،

سلطان محمود غزنویؒ جیسا کوئی بندہ ہمیں دے ان جیسا کوئی ایک ہی بندہ آجائے تو ان شاء اللہ انقلاب آجائے گا۔[33] مولانا سلطان کو ایک صالح حکمران کے طور پر یاد کرتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ نیک دل بادشاہ بہت ہوئے ہیں جیسے سلطان الپ ارسلان سلجوقی، صلاح الدین ایوبی ، محمود غزنوی، غوری بڑے نیک دل بادشاہ گزرے ہیں مگر من و عن اسلام نافذ نہیں کر سکے، حالات ایسے نہیں تھے۔[34] ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ مولانا سرفراز خان صفدرؒ ایک اور جگہ دعاء کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں صلاح الدین ایوبی جیسا بندہ عطاء فرما، سلطان محمود غزنوی جیسا بندہ عطاء فرمایا الپ ارسلان جیسا بندہ عطاء فرما۔ ہمارے حکمران تو شیطان مجسم ہیں چاہے کسی بھی جگہ کے ہوں۔ بس! انیس بیس کا فرق ہو گا دین کے خیر خواہ اور حامی نہیں ہیں صرف اپنی ذات کے خیر خواہ ہیں۔[35]

آپ مثنوی شریف سے ایک واقعہ نقل کر کے نہ صرف یہ کہ سلطان محمود غزنویؒ کے نیک کردار کو سراہتے ہیں بلکہ یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ مولانا روم جیسے عظیم صوفی بھی سلطان محمود غزنویؒ کو ایک نیک دل بادشاہ تصور کرتے تھے۔ مولانا روم نے لکھا کہ ایک معمولی غلام کا اطاعت شعار کردار بھی ابلیس کے لیے مشعلِ راہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ سلطان محمود غزنویؒ کا غلام ایاز بے حد ذہین تھا۔ ایک روز سلطان نے ہندوستان سے حاصل کردہ نادر ہیرا نکالا اور وزراء کو حکم دیا کہ اسے توڑ ڈالیں، مگر قیمت کے پیشِ نظر سب نے انکار کر دیا۔ آخر ایاز نے بغیر تامل کے ہیرے کو توڑ کر کہا: بیشک ہیرا قیمتی تھا، مگر میرے آقا کا حکم اس سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس پر مولانا روم فرماتے ہیں: کاش! ابلیس ایاز سے سبق سیکھ لیتا کہ حکم الٰہی کے سامنے ہر چیز بے وقعت ہے۔[36] اس حکایت سے مولانا کا مقصد اطاعتِ الٰہی و فرماں برداری کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے اور یہ کہ سلطان محمود غزنویؒ کی تربیت ایسی تھی کہ ان کے حلقہ میں ایاز جیسا وفادار غلام بھی حکمِ آقا کو مادی اشیاء پر ترجیح دیتا تھا، جو خود سلطان کی شخصیت کا آئینہ دار تھا۔

مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ

اکثر علماء نے سلطان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ جیسی دعائیں ساتھ لکھی ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان علماء کے ہاں سلطان محمود غزنوی کی شخصیت محض ایک فاتح یا حکمران کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک دینی رجحان رکھنے والی اور قابلِ احترام مسلم شخصیت کے طور پر بھی معروف تھی۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ لکھتے ہیں "یہی وجہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی رضی اللہ عنہ وارضاہ کے حالات دریافت کرنے کو تاریخ یمینی سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے جو واقعات کو بچشم خود دیکھتا یا دیکھنے والوں سے سنتا رہا۔"[37] معلوم ہوا کہ مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ بھی سلطان محمود غزنوی کو ایک صالح، نیک دل اور متقی بادشاہ سمجھتے تھے، اسی وجہ سے انہوں نے اسے ان دعائیہ کلمات سے یاد کیا نیز سلطان محمود غزنوی کا علماء جب بھی ذکر کرتے ہیں تو اسے ان دعائیہ کلمات سے ضرور یاد کرتے ہیں۔

سید احمد حسنؒ

سلطان محمود غزنویؒ نہ صرف خود علم کا شوقین تھا بلکہ اس کے بیٹے بھی علم دوست تھے، اسی وجہ سے ان کے دربار میں بکثرت علماء موجود رہتے تھے اور انہوں نے علماء سے یونانی فلسفہ کی کتب کے ترجم کرائے، چنانچہ سید احمد حسن اپنی تفسیر احسن التفاسیر میں لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنویؒ کے دور میں علمی و فکری سرگرمیوں کو فروغ ملا اور یونانی علوم و فلسفے کے تراجم و مطالعے کی راہ ہموار ہوئی۔ بعد ازاں ان کے فرزند مسعود بن محمود غزنوی کی فرمائش پر ابنِ سینا نے فارابی کی تحریروں سے استفادہ کرتے ہوئے الشفا، الاشارات اور عیون الحکمہ جیسی اہم کتب تصنیف کیں۔ اس طرح محمود غزنوی اور ان کے فرزند مسعود کے عہد میں علمی و فکری علوم کی ترویج اور سرپرستی کا ایک نمایاں سلسلہ قائم ہوا۔[38] یعنی سلطان ایک علم دوست بادشاہ تھا، جو علم سے محبت کرتا تھا اور جس نے علم کی سرپرستی کرتے ہوئے بڑے بڑے علماء کو اپنے دربار میں جمع کر رکھا تھا۔

مولانا عبد الحق حقانیؒ

سلطان محمود غزنویؒ کی دینی و روحانی وابستگی کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ وہ اہلِ تصوف اور مشائخ وقت سے عقیدت و تعلق رکھتا تھا۔ سلطان محمود غزنوی شیخ ابو الحسن خرقانی سے بیعت ارادت رکھتا تھا اور اکثر و بیشتر آپ کی بار گاہ میں حاضری دیتا تھا۔[39]

پیر کرم شاہ الازہریؒ

سلطان محمود غزنویؒ نے برصغیر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی کوشش کی، اگرچہ اس مقصد میں انہیں وہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی جو بعد ازاں صوفیائے کرام کی دعوتی کاوشوں کو حاصل ہوئی۔ چنانچہ پیر کرم شاہ الازہریؒ نے لکھا ہے کہ جو کام سلطان محمود غزنویؒ کے حملوں اور شہاب الدین کی فتوحات سے نہ ہو سکا وہ کام ان خرقہ پوش صوفیوں نے کیا۔[40] یعنی پیر صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سلطان کے حملوں کا مقصد تبلیغ اسلام تھا نہ کہ مال و دولت کا حصول۔

مفتی محمودؒ

مفتی محمودؒ بھی سلطان محمود غزنویؒ کو ایک پارسا اور نیکوکار بادشاہ خیال کرتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہندوستان سے ناکام واپسی پر محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چیونٹی کو بار بار کوشش کے بعد دانہ لے کر غار کی دیوار پر چڑھتے دیکھا۔ اس سے انہیں حوصلہ ملا، دوبارہ ہندوستان پر حملہ کیا اور کامیابی حاصل کی۔ یوں چیونٹی ان کی فتح کے لیے باعثِ حوصلہ بنی اور ہندوستان پر اسلام کا جھنڈا لہرایا۔[41] یہاں مفتی محمود نے آپ کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر یہ بتایا ہے کہ آپ ایک عظیم بادشاہ تھے جنہوں نے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے لیے ان تھک کوششیں کیں۔

شاہ معین الدین ندویؒ

شاہ معین الدین ندویؒ بھی سلطان کی صلاحیتوں کے معترف نظر آتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ محمود غزنویؒ اسی باپ کا نامور فرزند تھا۔[42] ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ محمود ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور اس نے باطنیوں کا استیصال کیا۔[43] یعنی سلطان ایک راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ تھا، جس نے اس دور کے بد مذہبوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا اور ان کا قلع قمع کیا تھا۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں سلطان محمود غزنویؒ کو ایک مجاہد اور پاک طینت بادشاہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور اس کے حملوں کا سبب تبلیغ اسلام کو ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ کشمیر کے راجہ کو جہلم کے مقام پر شکست دینے کے بعد لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔ سلطان محمودؒ نے یہاں مسجدیں تعمیر کرائیں اور نو مسلموں کو مذہبی تعلیم دینے کے لیے معلم مقرر کیا۔[44] یوں ہی ملتان میں قرامطہ کو شکست دینے کے بعد سلطان نے یہاں بھی مذہبی تعلیم کا خوب اہتمام کیا۔ سلطان محمود غزنویؒ کے ہاتھ پر بہت سے راجاؤں نے بھی اسلام قبول کیا۔ ان میں بلند شہر کا راجا ہردت اور قیرات کا حاکم بھی شامل ہے سلطان نے یہاں اشاعت اسلام کا انتظام بھی کیا۔[45] نیز یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ دورانِ جنگ سخت خطرے کے وقت وہ دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ رب العزت کی بار گاہ میں فتح کی دعاء مانگا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ اسے فتح سے نوازتا تھا۔[46]

سومنات پر حملے کی ترغیب محمد بن حسن بن علی عراقی محمود شاہ منگلوری نے دی تھی اور بتایا تھا کہ گجرات کے مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم ڈھایا جارہا ہے۔ منگرولی کا خط ایک بڑھیا بیوہ لے کر پہنچی، جس کا اکلوتا بیٹا مارا گیا تھا۔ سلطان گجرات کے راجہ کی تادیب

کے لیے روانہ ہوا تو وہ کنتھ کوٹ جا کر چھپ گیا۔ راستے میں سومنات پڑتا تھا اور سومنات کے لوگ نہ تو اطاعت کرنے پر تیار ہوئے اور نہ ہی راستہ دینے کے لیے تیار ہوئے۔ اسی وجہ سے سلطان نے سومنات پر حملہ کیا تھا۔ یہاں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ اگر سلطان کا مقصد لوٹ مار ہوتا تو وہ سومنات کو فتح کرنے کے بعد کھمبایت اور بھڑوچ جیسے مالدار شہروں کی طرف بڑھتا، لیکن چونکہ سلطان کا مقصد لوٹ مار نہیں تھا، اس لئے اس نے ان پر قبضہ نہیں کیا۔ سلطان محمودؒ کو سومنات کی فتح کے بعد پوری دنیا میں شہرت ملی اور خلیفہ بغداد نے بہت سے خطابات عطاء کیے اور بڑی تحسین و آفرین کی۔[47] اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ محمود صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ وہ قرآن مجید کی باقاعدہ تلاوت کرتا تھا اور پابندی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتا تھا، متقی اور پرہیز گار لوگوں کا بے حد احترام کرتا تھا وہ سنی تھا اس نے خلیفہ بغداد کی حمایت میں قرامطین اور باطنیوں سے اپنی وسیع مملکت کو پاک کیا۔[48]

پروفیسر نعیم صدیقی

پروفیسر نعیم صدیقی لکھتے ہیں کہ یہ نامور مجاہد ربیع الثانی 401 ہجری میں 64 سال کی عمر میں فوت ہوا، اس کی مدت حکومت 30 سال ہے۔[49] اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ بھی سلطان محمود غزنویؒ کو نامور مجاہد یعنی جہاد کرنے والا بادشاہ قرار دیتے ہیں۔

مولانا سمیع الحقؒ

مولانا سمیع الحقؒ نے بھی سلطان محمود غزنویؒ کو خوب خراج تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ آج 22 جون 1971ء ہے اور عالم اسلام کے بطل جلیل مجاہد اعظم سلطان محمود غزنویؒ کے شہر میں جانے کا پروگرام ہے، مجاہد اسلام محمود غزنویؒ کے وطن افغانستان کی زیارت کی دیرینہ آرزو تھی۔[50] یعنی آپ سلطان کو مجاہد اعظم قرار دیتے ہیں اور افغانستان جانے کا اہم سبب غزنوی کی محبت ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی

مفتی احمد یار خان نعیمی سلطان محمود غزنویؒ کو انتہائی پارسا اور پرہیز گار بادشاہ سمجھتے ہیں کہ جو اتنا نیک اور با عمل تھا کہ ہمیشہ با وضو رہتا تھا اور کبھی بے وضو ہونے کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کا نام نہ لیا۔ چنانچہ محمود غزنویؒ نے ایک بار ایاز کے بیٹے کو پکارا، اے ایاز کے بیٹے! استنجے کے لئے پانی لا، ایاز نے تھوڑے دنوں بعد عرض کیا کہ حضور مجھ سے یا اس سے کیا قصور ہوا کہ آپ نے اس کا نام نہ لیا؟ فرمایا تیرے بیٹے کا نام محمد ہے، میں اس دن بے وضو تھا، میں نے کبھی بغیر وضو محمد نام کو اپنی زبان سے ادا نہیں کیا۔[51]

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب　　　　ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

مولانا الیاس قادری

بانی دعوت اسلامی مولانا الیاس قادری لکھتے ہیں کہ محمود غزنوی علیہ الرحمۃ دسویں صدی عیسوی میں غزنی کے بہت بہادر اور عاشقِ رسول ﷺ بادشاہ گزرے ہیں ان کا نام سلطان ناصر الدین ابنِ سُبُکتگین تھا، انہوں نے کافی فتوحات کیں اور زبردست کامیابیاں حاصل کیں۔[52] یعنی آپ کے بقول بھی سلطان محمود غزنویؒ نہ صرف ایک عظیم فاتح اور بہادر سپہ سالار تھے بلکہ ان کی ذات میں عشقِ رسول ﷺ، دینی غیرت اور فقہی بصیرت کے ساتھ ساتھ عمل و کردار جیسی اعلیٰ صفات بھی جمع تھیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اسے عاشق رسول لکھا ہے۔

اقبالؒ کا خراج تحسین

حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے اپنے متعدد اشعار میں سلطان محمود غزنویؒ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ کم و بیش ستائیس

مقامات پر شاعر مشرق نے سلطان محمود غزنوی کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے چند مشہور اشعار درج کیے جاتے ہیں:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز　　　نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز[53]

علامہ اقبال نے 1933ء میں جب افغانستان کا سفر کیا، تو وہ غزنی میں سلطان محمود غزنویؒ کے مزار پر بھی گئے اور وہاں انہوں نے ایک فارسی نظم لکھی جس کا عنوان ہے "بر مزارِ سلطان محمود علیہ الرحمۃ" (سلطان محمود غزنوی کے مزار پر) اسی نظم کا ایک شعر ہے:

گنبدی، در طوف او چرخ برین　　　تربت سلطان محمود است این[54]

یعنی یہ وہ گنبد ہے جس کے گرد بلند آسمان گردش کرتا ہے اور یہی سلطان محمود غزنوی کی آرام گاہ ہے۔

جواہر لعل نہرو کا مؤقف

مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی سلطان محمود غزنویؒ کی عظمت کو تسلیم کیا ہے، اگرچہ انہوں نے ساتھ ہی ایسا کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے کہ جس سے اس کی شخصیت کو مشکوک بنایا جائے یا اس کی کردار کشی کی جائے یا اس کی ذات پر کیچڑ اچھالا جا سکے۔ چنانچہ نہرو بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ مسلمان عمومی طور پر محمود غزنوی کو قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ نہرو نے سلطان کے بارے میں لکھا ہے کہ "لوگ اسے اسلام کا بڑا حامی سمجھتے ہیں جو ہندوستان میں اسلام پھیلانے آیا تھا۔ مسلمان عموماً اس کی قدر کرتے ہیں اور ہندو اس سے نفرت کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مذہبی آدمی نہ تھا مسلمان تو ضرور تھا لیکن یہ اس کی شخصیت کا محض ایک ضمنی پہلو تھا۔"[55] دیکھیں کہ اس نے بھی سلطان کی عظمت کو تسلیم کیا ہے اور بیان کیا کہ اس کے ہندوستان پر حملوں کی وجہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت تھی۔ حیرت تو یہ ہے کہ کچھ اپنے ہندوستان پر حملوں کا سبب مال و دولت کا حصول سمجھتے ہیں۔

عام طور پر یہ تصور پیش کیا جاتا ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ نے ہندوستان پر حملوں کا آغاز کیا، تاہم جواہر لعل نہرو اس تصور کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہندوستان کی جانب سے پہلا حملہ راجہ جے پال نے افغانستان پر کیا تھا، نہ کہ سلطان محمود غزنوی نے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: راجہ جے پال نہ صرف یہ کہ قرامطیوں کی سرپرستی کرتا تھا بلکہ پہل کرتے ہوئے افغانستان پر حملہ کیا تھا چنانچہ اس کے ہندوستان پر کیے گئے حملے شاید اسی کا ردعمل ہوں۔ جواہر لعل نہرو راجہ جے پال کے بارے میں لکھتا ہے کہ "وہ اتنا دلیر تھا کہ سبکتگین کے مقابلہ کے لیے وادی کابل تک بڑھ گیا جس کی وجہ سے اسے شکست کھانی پڑی۔"[56]

دوسری طرف سومنات کے بارے میں یہ بیانیہ بھی عام ہے کہ وہ ایک اہم مذہبی مرکز تھا اور سلطان محمود غزنویؒ نے اسے محض دولت اور جواہرات کے حصول کے لیے مسمار کیا لیکن نہرو نے اس کے برعکس یہ لکھا ہے کہ سومنات کو اس وجہ سے توڑا تھا کہ وہ جنگی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا تھا۔ چنانچہ اس مشہور تصور کی تردید کرتے ہوئے جواہر لعل نہرو لکھتے ہیں کہ "کہتے ہیں کہ جب محمود سومنات کے قریب پہنچا تو ہزاروں آدمیوں نے مندر میں جا کر پناہ لی۔ اس توقع میں کہ ضرور کوئی معجزہ ظاہر ہوگا اور وہ دیوتا جن کی وہ پرستش کرتے ہیں انہیں بچالے گا لیکن معجزے تو بس عقیدت مندوں کے تخیل ہی میں ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ محمود نے مندر کو مسمار کر دیا اور وہاں کی دولت پر قبضہ کر لیا اور پچاس ہزار آدمی اس معجزے کے انتظار میں فنا ہو گئے جو نہ ظاہر ہونا تھا نہ ہوا۔"[57]

محمود اہل علم و فن کا بڑا قدردان تھا۔ اس حقیقت کو نہرو نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ نہرو لکھتا ہے کہ "محمود اپنے ساتھ بہت سے ہندوستانی صناع اور معمار بھی غزنی لے گیا اور وہاں ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کی جسے اس نے "بہشتی دلہن" کا خطاب دیا تھا۔ وہ باغوں کا بھی بہت شوقین تھا۔"[58] نیز محمود نے صرف وہی مندر توڑے جو جنگی سازشوں کا مرکز تھے چنانچہ نہرو نے محمود کے

ایک خط کا مضمون نقل کیا ہے "یہاں متھرا میں ہزاروں عمارتیں موجود ہیں جو اتنی مستحکم ہیں جیسے مؤمن کا ایمان۔ یہ شہر لاکھوں دینار کے صرف کے بعد اپنی موجودہ حالت کو پہنچا ہوگا اور یہ ناممکن ہے کہ آئندہ دو سو برس تک اس کی کوئی جدید مثال پیش کی جاسکے۔"[59] جواہر لعل نہرو کی بیان کردہ ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ نہرو بھی سلطان محمود غزنوی کی شخصیت کو ایک باہمت، صاحبِ بصیرت، علم و فن دوست اور اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں حکمران کے طور پر دیکھتے تھے۔

انگریز مورخ ماؤنٹ اسٹو آرٹ ایلفنسٹن کا بیان

انگریز مورخ ماؤنٹ اسٹو آرٹ ایلفنسٹن سلطان محمود غزنویؒ کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس کی عظمت کا اصل سرچشمہ سلطان کے اندر موجود جنگجو کی خوبیاں نہیں تھیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ادب اور فنون لطیفہ کی حوصلہ افزائی کے اس جذبے کا امتزاج تھا جو اس کے دور میں نایاب تھا اور ابھی تک اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا (حکمران) سامنے نہیں آیا۔ ان معاملات میں اس کا فیضان اس کی باقاعدہ کفایت شعاری کی وجہ سے مزید نمایاں ہو جاتا تھا۔ اس نے غزنی میں ایک یونیورسٹی قائم کی، جس میں مختلف زبانوں کی نایاب کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اور نادر اشیاء کا ایک عجائب گھر موجود تھا اس نے اس ادارے کی دیکھ بھال کے لیے ایک بڑی رقم مختص کی، اور ساتھ ہی مدرسین اور طلبہ کے وظائف کے لیے ایک مستقل فنڈ بھی قائم کیا۔ اس نے اہل علم کی پنشن کے لیے سالانہ تقریباً 10,000 پاؤنڈ کی رقم الگ رکھی اور نامور شخصیات کی اس درجے سرپرستی کی کہ اس کے دربار میں اربابِ فضل و کمال کا ایک ایسا عظیم اجتماع یکجا ہو گیا جس کی نظیر ایشیا کا کوئی دوسرا حکمران کبھی پیش نہ کرسکا۔[60] ایلفنسٹن کی یہ شہادت سلطان محمود غزنوی کی شخصیت کے علمی و تہذیبی پہلو کو نمایاں کرتی ہے کہ وہ محض ایک عظیم جنگجو ہی نہیں بلکہ علم و ادب، فنون اور اہلِ علم کا سرپرست بھی تھا، جس نے غزنی کو اپنے عہد کے ایک اہم علمی مرکز میں تبدیل کیا۔

سلطان محمود پر لگائے گئے الزامات کا تحقیقی جائزہ

ایک منظم پروپیگنڈے کے تحت نہ صرف یہ کہ سلطان محمود غزنویؒ کو بدنام کیا گیا بلکہ مسلم بادشاہوں کو خاص طور پر بدنام کیا گیا۔ چنانچہ مفتی عبد المتین لکھتے ہیں کہ ان مسلم بادشاہوں میں خاص طور پر اورنگ زیب عالمگیر (محمود غزنوی، افضل خان وغیرہ) کو کچھ زیادہ ہی بدنام کیا گیا اور اسکولوں میں ایسے مواد کی کتابیں نصاب میں داخل کی گئیں، جن میں ان مقدس ہستیوں کے متعلق زہر افشانیاں کی گئی ہیں، یہ سب انگریزی اقتدار کے زیر سرپرستی وزیر نگرانی شرپسند عناصر کے ذریعے کیا گیا، تاکہ انگریزوں کے سیاسی فارمولہ "ڈی وائڈ اینڈ رول (Divide & Rule)" کے مطابق ہندو مسلم میں پھوٹ ڈالی جائے اور انگریزی اقتدار و سنگھاسن مزید مضبوط اور مستحکم ہو جاوے، کیوں کہ جب تک تفریق نہ ڈالی جائے حکومت نہیں کی جاسکتی۔[61]

جہاں تک ہندو قوم کے جذبات کا تعلق ہے، تمام مسلم فرمانرواؤں میں وہ محمود غزنویؒ سے بہت زیادہ متنفر ہیں اور یہ تنفر اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ موجودہ نصاب کی کتابیں بھی اس ذکر سے خالی نہیں ہیں اور اس کو سب سے بڑے "ہندو دشمن" انسان کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ محمود کے خلاف یہ زہر در اصل بعض فرنگی مؤرخین نے پھیلایا تھا۔ جنہوں نے ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جدا رکھنے اور ان میں نااتفاقی پیدا کرنے کے لئے محمود کو بدنام کیا اور بعد کو بعض ہندو مؤرخین نے بھی ان کی اتباع میں بغیر تحقیق کے وہی لکھنا شروع کیا جو مغربی مؤرخین نے ظاہر کیا تھا۔ اسی لیے کچھ علماء نے جو نظریاتی طور پر باطنیوں سے قرب و ہمدردی رکھتے تھے۔ ان الزامات کو خوب ہوا دی۔

محمود کے خلاف جو الزامات قائم کئے گئے ہیں ان کی فہرست بہت طویل ہے لیکن ان کا خلاصہ یہ ہے کہ "محمود بڑا متعصب

تھا۔ ہندوؤں کا سخت دشمن تھا، تلوار کے زور سے اسلام پھیلانا چاہتا تھا اور محض بت شکنی اس کی زندگی کا حقیقی مقصود تھا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا لالچی، قزاق، بخیل، شراب خور تھا اور اسے غیر فطری جنسی حرکات کا بھی عادی ظاہر کیا جاتا ہے حالانکہ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے اور انصاف سے کام لے کر نتائج تک پہنچا جائے تو ان میں سے کسی ایک الزام کی بھی تصدیق نہیں ہوتی، بلکہ اس کے برخلاف وہ بڑا علم دوست، مخیر، غیر متعصب اور بلند اخلاق کا انسان نظر آتا ہے۔[62] اب ذیل میں سلطان محمود غزنوی پر لگائے گئے مشہور الزامات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

سلطان اور خلیفہ کے تعلقات

ایک الزام یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے تعلقات خلیفہ کے ساتھ کشیدہ تھے لیکن ابن کثیر اور دیگر کثیر مؤرخین نے لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ کے تعلقات عباسی خلیفہ سے بڑے خوشگوار اور معتدل تھے، عباسی خلیفہ قادر باللہ نے اسے یمین الدولہ کا خطاب عطاء فرمایا اور ولایت کی خلعت بھیجی تھی۔[63] شاہ معین الدین ندویؒ لکھتے ہیں کہ تاریخ فرشتہ میں محمود غزنوی پر بہت سے الزامات لگائے گئے ہیں جن میں سے ایک الزام محمود غزنوی اور سلطنت بغداد کے درمیان نامناسب تعلقات کا بھی ہے، لیکن شاہ معین الدین لکھتے ہیں کہ فرشتہ کا یہ بیان محل نظر ہے وہ بہت بعد کا مؤرخ ہے اور قدیم تاریخوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اگر دیکھا جائے تو تاریخ فرشتہ میں جو الزامات محمود غزنوی پر لگائے گئے ہیں وہ سارے کے سارے بے وقعت ٹھہرتے ہیں۔[64]

غلام ہونے کا الزام

سلطان محمود غزنویؒ پر ایک الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ وہ غلام تھا حالانکہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ محمود کے والد امیر سبکتگین (366ھ /976ء-387ھ /997ء) ترکی الاصل شاہی خانوادے کے فرد تھے اور امیر سبکتگین امیر الپتگین کے داماد تھے اور الپتگین امرائے دولت سامانیہ سے تھا اور ملک خراسان کا سپہ سالار رہ چکا تھا۔[65] اس امر کا ثبوت یہ بھی ہے کہ انگریز مؤرخین نے اس کو غلاموں کے سلسلہ حکومت میں نہیں لکھا ان کو کوئی ایسی ہمدردی اس کے ساتھ نہیں تھی کہ وہ انہیں اس سلسلے سے الگ قرار دیتے، تاہم انہوں نے صرف اتنا ذکر کیا ہے کہ محمود کے والد سبکتگین امیر الپتگین کے غلام تھے۔[66] یہ بیان محض اجمالی نوعیت کا ہے، جس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سبکتگین کس ملک سے، کس زمانے میں اور کن حالات میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ لہٰذا محض اس اجمالی روایت کی بنیاد پر سلطان محمود غزنوی کو غلام کہنا تاریخی طور پر درست نہیں۔ مزید برآں، اگر بالفرض سبکتگین کے غلام ہونے کی روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے سلطان محمود غزنویؒ کی شخصیت یا مرتبے پر کوئی حرف نہیں آتا، کیونکہ اسلام میں غلامی بذاتِ خود کسی انسان کے لیے باعثِ عار نہیں۔ حضرت بلال، حضرت سلمان فارسی، حضرت صہیب رومی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم جیسی جلیل القدر شخصیات کے مقام و مرتبے میں ان کے غلام ہونے سے کوئی کمی نہیں آئی۔ لہٰذا سلطان محمود غزنوی کو محض غلام کی نسبت سے کمتر ثابت کرنے کی کوشش تاریخی شواہد اور اسلامی اصولِ مساوات، دونوں کے منافی ہے۔ تو جو لوگ محمود غزنوی پر غلام ہونے کا الزام لگاتے ہیں اس کی حقیقت افسانے سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور اس کا حقیقت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ان کی یہ کوشش اس کی کارناموں پر پردہ ڈالنے کی ایک ناکام کوشش کے سوا کچھ نہیں ہے۔

فردوسی کی ہجو

یہ روایت مشہور ہے کہ فردوسی کے منہ مانگے معاوضے کے سلسلے میں سلطان اس کے مطالبات کو پورا نہ کر سکا، شاید اس کی

وجہ یہ ہو کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کے لیے سلطان کو بھاری رقوم کی ضرورت تھی۔[67] اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ سلطان نے فردوسی کو شاہنامہ لکھنے کی خدمت سپرد کی اور وعدہ کیا کہ وہ ہر شعر کا معاوضہ ایک دینار دے گا۔ لیکن جب شاہنامہ مکمل ہو گیا تو محمود نے بجائے اشرفی دینے کے فی شعر نقرئی سکہ دینا چاہا۔ فردوسی دل شکستہ ہو کر چلا گیا اور اس نے محمود کی ہجو میں ایک نظم کہہ کر شاہنامہ میں شامل کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ فردوسی کے انتقال کے بعد محمود نے موعودہ رقم اس کی لڑکی کو بھیجی اور اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ یہ روایت بالکل غلط ہے اور عہد محمود کے کسی مؤرخ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ محمود کے ہم عصر مؤرخ عتبی نے بھی جو بڑا اصاف گو اور بے باک مؤرخ تھا، اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اگر اس میں ذرا بھی صداقت ہوتی تو اس کو یقینا بڑھا چڑھا کر بیان کرتا۔ یہ روایت سب سے پہلے نظامی عروضی (مصنف چہار مقالہ) نے نقل کی ہے۔ لیکن اس روایت کا ذریعہ اس نے کہیں ظاہر نہیں کیا ہے۔ نظامی نے محمود کے دشمنوں سے یہ روایت گھڑ کر شاہنامہ میں وہ ہجو یہ نظم بھی شامل کر دی ہو۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ خود چہار مقالہ کی بابت بھی بہت کچھ اشتباہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس کے جو مختلف نسخے پائے گئے ہیں، ان میں باہم بہت اختلاف و تضاد ہے۔ اس کے بعد جو تاریخی کتابیں لکھی گئیں ان میں یہ اختلاف اور زیادہ پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ فردوسی کا نام اس کی ولدیت، سکونت، ولادت، وفات، شاہنامہ کا آغاز و اختتام، محمود کا موعودہ انعام دینے سے انکار وغیرہ ان تمام واقعات میں باہم دگر تضاد پایا جاتا ہے۔

فردوسی کہتا ہے کہ اس نے شاہنامہ 400ھ میں ختم کیا اور اس کی تکمیل میں اس کو تین سے پینتیس سال لگ گئے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس نے شاہنامہ کی تصنیف کا کام 368ھ یا 370ھ میں کیا ہو گا۔ یعنی محمود کی تخت نشینی سے 63 سال قبل اور اس لئے یہ کہنا کہ فردوسی نے محمود کی فرمائش پر شاہنامہ لکھنا شروع کیا صحیح نہیں ہو سکتا۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے بھی فردوسی کی ہجو کا قصہ بعد کا تراشا ہوا افسانہ قرار دیا ہے۔[68] اس کے برعکس تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ وہ علماء اور شعراء کو بکثرت انعام و اکرام دیا کرتا تھا اور اس کا دربار اس وقت میں پوری دنیا کا سب سے بڑا مرکز تھا جہاں علماء، شعراء اور ادباء موجود تھے۔[69] چنانچہ ابو نصر عتبیٰ، فارابی (مشہور فلسفی)، ابن سینا (مفکر و طبیب) مورخ ثعلبی، فردوسی، عنصری، دقیقی اور منوچہری وغیرہ اسی کے دربار کے رتن تھے۔ اس نے متعدد مکاتب، مدرسے، کتب خانے اور عجائب گھر قائم کئے جو زبردست تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز تھے۔ اس نے غزنی میں ایک ایسی مسجد بھی تعمیر کی جو اپنے زمانے کے عجائب میں شمار ہوتی تھی۔ اس میں سونے چاندی کے فانوس اس نے آویزاں کئے نہایت قیمتی فرش مہیا کیا اور اسی سے ملحق ایک بہت بڑی یونیورسٹی قائم کی۔ یہ یونیورسٹی اتنی بڑی تھی کہ وہاں کے طلباء اور اساتذہ کے قیام کیلئے تین ہزار مکانات اسے بنوانے پڑے۔ اساتذہ کو معقول تنخواہیں ملتی تھیں اور طلباء کے وظائف مقرر تھے۔[70] یہ امور اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ سلطان کے بارے میں فردوسی کی ہجو سامراجی دور کا گڑھا ہوا ایک افسانہ ہے۔

نسبتی الزام

محمود کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک کنیز کا لڑکا تھا اور اپنے باپ کی ناجائز اولاد اور اس الزام کی بنیاد فردوسی کے اس شعر پر قائم ہے جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ فردوسی نے موعودہ انعام نہ ملنے پر محمود کی ہجو میں کہا تھا۔ وہ شعر یہ ہے:

پرستار زادہ نیاید بکار　　　　اگرچہ بود زادۂ شہریار

نوکر زادہ (یا لونڈی کا بیٹا) خواہ کسی بھی معزز شہر میں پیدا ہوا ہو، اسے کبھی قابلِ اعتبار اور کارآمد نہیں سمجھا۔ محمود پر یہ الزام بالکل غلط ہے کیونکہ ان کی والدہ زابلستان کی ایک شہزادی (الزابلیہ) تھیں اور سبکتگین (محمود کا باپ) ان کا شوہر تھا۔[71] وہ نسل کے اعتبار سے ترک تھے۔[72] علاوہ ازیں یہ شعر فردوسی نے محمود کی ہجو میں کہا۔ ماؤنٹ اسٹورٹ الفنسٹن کی تاریخ ہند (History of

India) میں ہے کہ سبکتگین نے الپتگین کی بیٹی سے شادی کی تھی۔[73] یہ تصریحات بتاتی ہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے والدین کی باقاعدہ شادی ہوئی تھی اور اس پر جو الزام لگایا جاتا ہے، وہ سوائے تعصب وعناد اور بد دیانتی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

مال و دولت کا حصول

استشراق کے زیر اثر کچھ مسلمان تاریخ دان بھی ایسے ہیں کہ جنہوں نے سلطان محمود غزنویؒ کی ان فتوحات کا سبب مال و دولت کو قرار دیا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ انہوں نے مغربی سوچ اور غیر اسلامی سوچ کے اثر ایسا لکھ ڈالا ہے۔ انہی میں مولانا شبلی نعمانیؒ اور تاریخ ملت کے مصنف مفتی انتظام اللہ شہابی بھی شامل ہیں لیکن وہ اپنے دلائل میں سوائے حملوں کے اور کسی بات کو ذکر نہیں کر سکے۔ اس لیے ان کی یہ بات پروپیگنڈے اور استشراقی فکر کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس کے باوصف انہوں نے سلطان محمود غزنوی کی بہت زیادہ تعریفیں بھی بیان کی ہیں۔ اس لیے کہ سلطان محمود غزنوی کی عظمت کا پہلو اس قدر نمایاں اور غالب تھا کہ ان کے ناقدین کو بھی، خواہ بہ دلِ ناخواستہ ہی سہی، ان کی عظمت، نیک اوصاف، خوبیوں اور عدل وانصاف جیسی خصوصیات کا اعتراف کرنا پڑا۔ یہ امر اس بات کے ثبوت کے لیے کافی ہے کہ سلطان محمود غزنوی ایک نیک دل، عادل اور بااصول بادشاہ تھا۔ چنانچہ مفتی انتظام اللہ شہابی تاریخ ملت میں لکھتے ہیں کہ اس نے اپنی ساری عمر میں کبھی کسی ایک ہندو کو بھی جبر سے مسلمان نہیں بنوایا اور نہ امن کی حالت میں کسی ایک مندر کو توڑنے اور بت شکنی کرنے کا کوئی واقعہ پیش آیا۔ اس نے ہندوستانی مقبوضات کے لیے اپنا سکہ ہندی زبان میں جاری کیا اور اپنی فوج میں ہندوؤں کو معزز عہدوں پر بھی سرفراز کیا۔ ہندوراؤ، اس کی فوج کا اعلیٰ افسر تھا۔ تولک بھی رکن سلطنت تھا۔[74] دوسری طرف یہ صراحت بھی ہے کہ سلطان کے یہ حملے دفاع کے لیے تھے نہ کہ مال و دولت کے حصول کے لیے۔ چنانچہ تاریخ الفسٹن میں ہے کہ پہلا حملہ سبکتگین کے دور حکومت میں راجہ جے پال نے کیا تھا۔[75] بعد کے مؤرخین نے بھی اسی بات کو دہرایا ہے کہ پہلا حملہ پنجاب کے راجہ جے پال نے کیا تھا۔ یوں ایک طویل کشمکش کا آغاز ہوا۔ یہ جھگڑا پشاور سے جلال آباد تک کے علاقے جو ملغان کہلاتا تھا کے تصرف واختیار کے لیے تھا۔ اس حملے میں غزنوی فوج فتحیاب ہوئی اور جنگ کا نتیجہ صلح پر منتج ہوا اور راجہ جے پال نے 10 لاکھ درہم اور 50 ہاتھی دینے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ راجہ جے پال نے رقم ادا کرنے کی بجائے ان سفیروں کو جو رقم لینے کے لیے آئے تھے، گرفتار کر کے جیل خانے میں بند کر دیا۔ سبکتگین نے اس کا بدلہ لینے کے لیے واپسی ہندوستان پر حملہ کیا۔ راجہ جے پال کی فوجوں نے جو دہلی، قنوج اور کانجر کی متحدہ افواج پر مشتمل تھیں، شکست کھائی۔[76] یہ شواہد واضح کرتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے یہ حملے اپنی سلطنت کے بچاؤ اور تحفظ کے لیے تھے البتہ ضمناً مال و دولت کا مل جانا کسی بھی فاتح کے لیے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ یہ اعتراض خود بخود دم توڑ جاتا ہے کہ سلطان کے ان حملوں کا مقصد سوائے مال و دولت کے اور کچھ نہ تھا۔

کنجوسی کا الزام

اس پر کنجوسی کا الزام لگایا جاتا ہے جس کی حیثیت بھی سوائے الزام کے اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس لیے کہ محمود علماء و شعراء کا قدردان تھا۔ چار لاکھ دینار سالانہ ان پر صرف کیا کرتا تھا ایک نووارد شاعر کو تین ہزار موتی محمود نے عطاء کیے۔[77] حج کا راستہ محفوظ بنانے کے لیے صحرائی عرب قبائل کو اپنے ذاتی خزانے سے تیس ہزار دینار عطاء کیے تاکہ حج کا راستہ محفوظ رہے۔[78] اس نے نہر جیجون پر ایک پل تعمیر کرایا تھا جس کی تعمیر کرنے سے خلفاء اور بادشاہ عاجز آ گئے تھے اور صرف اس کی تعمیر پر دو کروڑ دینار خرچ کیے۔[79] تاریخ الفسٹن میں ہے کہ آج تک کوئی بادشاہ علوم پروری میں اس سے سبقت نہیں لے جاسکا۔ اس کے دربار میں اتنے ارباب کمال جمع تھے کہ ایشیا کے کسی بادشاہ کو یہ فخر حاصل نہ تھا۔ طلبہ اور ارباب کمال کے وظائف کے لیے مستقل فنڈ قائم کیا گیا تھا۔ ایک

لاکھ سالانہ محض علماء کے وظائف مقرر کیے گئے تھے۔ اس نے ایک بہت بڑا مدرسہ غزنی میں تعمیر کروایا اور مختلف زبانوں کی عجیب و غریب کتابیں جمع کیں اور مدرسے کے اخراجات کے لیے بہت سارو پیہ مقرر کیا تھا۔[80] چنانچہ سلطان پر کنجوسی کا الزام لگانا سوائے تعصب وعناد کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

سلطان محمود غزنویؒ کے بارے میں شافعی مذہب اختیار کرنے کی روایت کی سندی حیثیت

سلطان محمود غزنویؒ کے شافعی مذہب کو اختیار کرنے کے بارے میں حنفی مذہب کے مطابق نماز پڑھنے کی جو مشہور حکایت نقل کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام الحرمین نے اس واقعے کو ایک طویل عبارت میں ذکر کیا ہے، لیکن اس واقعے کی صحت میں کلام (شک) ہے، کیونکہ امام قفّال (مروزی) رحمہ اللہ کا علمی و اخلاقی مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ ان سے اس قسم کی (یا اس سے ملتی جلتی غیر سنجیدہ) حرکت سرزد ہو۔ واللہ اعلم[81] تاہم اس کی اور بھی متعدد وجوہات ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے دور میں خراسان اور ماوراء النہر میں حنفی مذہب کو سرکاری اور عوامی مقبولیت حاصل تھی۔ اگر اتنا بڑا حکمران اپنا مذہب بدلتا تو اس کا ذکر سلطان کے ہم عصر مؤرخین جیسے ابو النصر العتبی (تاریخ یمینی) یا ابو الفضل بیہقی (تاریخ بیہقی) ضرور کرتے، جبکہ ان تمام کتب میں ایسا کوئی واقعہ موجود نہیں۔ غزنی کے سرکاری عہدوں، بالخصوص قضا اور افتاء پر حنفی فقہا ہی فائز رہے۔ سلطان محمود نے خود فقہ حنفی میں "التفرید" کے نام سے ایک فقہی کتاب ترتیب دینے کا اہتمام کیا تھا۔ ملا علی قاریؒ نے بھی اس واقعے کا انکار کیا ہے اور اس کے رد میں ایک پورا رسالہ لکھا ہے جس کا نام تشييع الفقهاء الحنفية في تشنيع السفهاء الشافعية رکھا۔[82] ان شواہد و حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی حنفی تھے اور آخر عمر تک حنفی مسلک پر کاربند رہے اور سلطان محمود غزنوی کے شافعی مسلک قبول کرنے کے بارے میں جو روایت بیان کی جاتی ہے، وہ صحیح نہیں ہے بلکہ کچھ متشدد قسم کے شوافع نے اسے نقل کیا ہے لیکن شوافع میں سے ہی کچھ انصاف پسند لوگوں نے اس کا رد کر دیا ہے، جیسا کہ ابن کثیر کی رائے اوپر نقل کر دی گئی ہے۔

نتیجہ بحث

اس مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ ایک نیک دل، عادل، متقی اور دین دار حکمران تھے، جن کی دینی و اخلاقی شخصیت کا اعتراف متعدد علماء اور اہلِ علم نے کیا ہے۔ وہ صوم و صلوٰۃ کے پابند، شعائرِ اسلام کے محافظ، اسلام کی ترویج و اشاعت کے داعی، علماء و مشائخ کے قدردان، علم و کتب کے سرپرست اور رفاہی و علمی سرگرمیوں کے حامی تھے۔ متعدد اہلِ علم نے تو انہیں اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے۔ اس مطالعے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ کے بارے میں لٹیرا اور ظالم حکمران ہونے کا تصور بعد کے سامراجی ادوار میں زیادہ نمایاں ہوا، جبکہ قدیم اسلامی روایت میں ان کی شخصیت کو عموماً عزت، دیانت، شجاعت اور دینی وابستگی کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے۔ بریلوی، دیوبندی اور اہلِ حدیث مکاتبِ فکر کے متعدد علماء اور ان کے اکابر کی تحریروں میں بھی سلطان محمود غزنوی کی صالحیت، دینی خدمات اور مجاہدانہ کردار کا اعتراف ملتا ہے۔ چنانچہ دستیاب اسلامی مصادر اور اہلِ علم کی آراء کی روشنی میں سلطان محمود غزنوی کو محض ایک لٹیرا یا ظالم حکمران قرار دینا ان کی مجموعی شخصیت اور تاریخی کردار کی درست عکاسی نہیں کرتا، بلکہ وہ ایک صالح، متقی، علم دوست اور اسلام کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرنے والے مجاہد حکمران کے طور پر نمایاں ہیں۔

سفارشات

1. سلطان محمود سے منسوب غیر مستند روایات کی نشاندہی کر کے مستند تاریخی معلومات پر مبنی معیاری تدریسی مواد تیار کیا جائے۔

جلد:05، شمارہ:03، جولائی-ستمبر 2026

2. غزنوی دور کے آبپاشی، زرعی اور تعمیراتی منصوبوں کو جدید زرعی و شہری منصوبہ بندی کے لیے تاریخی مثالوں کے طور پر پیش کیا جائے۔
3. سلطان محمود کی علمی سرپرستی اور اہلِ علم کی حوصلہ افزائی کے نمونے کو موجودہ جامعات اور علمی اداروں میں فروغِ علم کے لیے قابلِ استفادہ بنایا جائے۔
4. سلطان محمود کی انتظامی صلاحیتوں اور احساسِ ذمہ داری کو قیادت اور انتظامی اخلاقیات کے تربیتی پروگراموں میں عملی مثال کے طور پر شامل کیا جائے۔
5. غزنوی دور کے عدالتی و انتظامی اصولوں سے موجودہ نظم و نسق کے لیے قابلِ عمل پہلو اخذ کیے جائیں۔
6. غزنوی دور کے علمی و ادبی ورثے کو ڈیجیٹل صورت میں محفوظ کر کے طلبہ اور محققین کے لیے آسان رسائی فراہم کی جائے۔

References

1 Najībābādī, Akbar Shāh, *Tārīkh-e Islām* (Lahore: Maktabah Khalīl, 2004), 2:299.

2 Al-Ṭālibī al-Ḥasanī, ʻAbd al-Ḥayy ibn Fakhr al-Dīn ibn ʻAbd al-ʻAlī, *Nuzhat al-Khawāṭir wa-Bahjat al-Masāmiʻ wa-al-Nawāẓir* (Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1999), 1:71; Al-Ziriklī, Khayr al-Dīn ibn Maḥmūd ibn Muḥammad, *al-Aʻlām* (Beirut: Dār al-ʻIlm lil-Malāyīn, 2002), 7:171.

3 Kaḥḥālah, ʻUmar Riḍā, *Muʻjam al-Mu'allifīn* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, n.d.), 12:167; Al-Ṭālibī, *Nuzhat al-Khawāṭir wa-Bahjat al-Masāmiʻ wa-al-Nawāẓir*, 1:71.

4 Al-Ziriklī, *al-Aʻlām*, 7:171; Al-Ṭālibī, *Nuzhat al-Khawāṭir wa-Bahjat al-Masāmiʻ wa-al-Nawāẓir*, 1:71.

5 Al-Ṭālibī, *Nuzhat al-Khawāṭir wa-Bahjat al-Masāmiʻ wa-al-Nawāẓir*, 1:71.

6 Al-Ziriklī, *al-Aʻlām*, 7:171.

7 Al-Ṭālibī, *Nuzhat al-Khawāṭir wa-Bahjat al-Masāmiʻ wa-al-Nawāẓir*, 1:71; *Urdū Dā'irah Maʻārif-e Islāmiyyah* (Lahore: University of the Punjab, 1982), 20:53.

8 Al-Dhahabī, Shams al-Dīn Abū ʻAbd Allāh Muḥammad ibn Aḥmad ibn ʻUthmān, *Siyar Aʻlām al-Nubalā'* (Cairo: Dār al-Ḥadīth, 2006), 13:173; Al-Ziriklī, *al-Aʻlām*, 7:171.

9 Al-Ṭālibī, *Nuzhat al-Khawāṭir wa-Bahjat al-Masāmiʻ wa-al-Nawāẓir*, 1:71.

10 Al-Subkī, Tāj al-Dīn ʻAbd al-Wahhāb ibn Taqī al-Dīn, *Ṭabaqāt al-Shāfiʻiyyah al-Kubrā* (Cairo: Hajr lil-Ṭibāʻah wa-al-Nashr wa-al-Tawzīʻ, 1413 AH), 5:315; Ibn Kathīr, Abū al-Fidā' Ismāʻīl ibn ʻUmar al-Qurashī al-Dimashqī, *Ṭabaqāt al-Shāfiʻiyyīn* (Cairo: Maktabat al-Thaqāfah al-Dīniyyah, 1993), 401; Al-Qurashī, ʻAbd al-Qādir ibn Muḥammad ibn Naṣr Allāh al-Ḥanafī, *al-Jawāhir al-Muḍiyyah fī Ṭabaqāt al-Ḥanafiyyah* (Karachi: Mīr Muḥammad Kutub Khānah, n.d.), 2:157–158.

11 Al-Ṭālibī, *Nuzhat al-Khawāṭir wa-Bahjat al-Masāmiʻ wa-al-Nawāẓir*, 1:71.

12 Kaḥḥālah, *Muʻjam al-Mu'allifīn*, 12:167; Al-Subkī, *Ṭabaqāt al-Shāfiʻiyyah al-Kubrā*, 5:315.

13 Ibn Kathīr, *Ṭabaqāt al-Shāfiʻiyyīn*, 401; Kaḥḥālah, *Muʻjam al-Mu'allifīn*, 12:167.

14 Al-Ziriklī, *al-Aʻlām*, 7:171; Ibn Kathīr, *Ṭabaqāt al-Shāfiʻiyyīn*, 401.

15 Al-Subkī, *Ṭabaqāt al-Shāfiʻiyyah al-Kubrā*, 5:315.

16 Ibn al-Athīr, ʻIzz al-Dīn Abū al-Ḥasan ʻAlī ibn Abī al-Karam al-Shaybānī al-Jazarī, *al-Kāmil fī al-Tārīkh* (Beirut: Dār al-Kitāb al-ʻArabī, 1997), 7:734.

17 Al-Qurashī, *al-Jawāhir al-Muḍiyyah fī Ṭabaqāt al-Ḥanafiyyah*, 2:157–158.

18 Nadwī, Shāh Muʻīn al-Dīn Aḥmad, *Tārīkh-e Islām* (Lahore: Maktabah Islāmiyyah, n.d.), 4:420–426.

19 *Urdū Dā'irah Maʻārif-e Islāmiyyah*, 20:53.

20 Ṭāriq Jamīl, YouTube video, https://youtu.be/75OcKNvnCdc?si=ApBeeEvmVxDTKZmT (accessed January 10, 2026).

21 Al-Dhahabī, *Siyar Aʻlām al-Nubalā'*, 13:173; *Urdū Dā'irah Maʻārif-e Islāmiyyah* (Lahore: University of the Punjab, 2007), 20:48.

22 Al-Subkī, *Ṭabaqāt al-Shāfiʻiyyah al-Kubrā*, 5:320.

23 Ibn Kathīr, Abū al-Fidā' Ismāʻīl ibn ʻUmar al-Qurashī al-Dimashqī, *al-Bidāyah wa-al-Nihāyah* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, 1988), 12:30–31.

24 Al-Subkī, *Ṭabaqāt al-Shāfiʿiyyah al-Kubrā*, 5:321.

25 Ibn Kathīr, Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl ibn ʿUmar al-Qurashī al-Dimashqī, *al-Bidāyah wa-al-Nihāyah* (Beirut: Dār al-Fikr, 1986), 6:223.

26 Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa-al-Nihāyah* (1988 ed.), 12:35.

27 Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa-al-Nihāyah* (1988 ed.), 12:30.

28 Al-Qurashī, *al-Jawāhir al-Muḍiyyah fī Ṭabaqāt al-Ḥanafiyyah*, 2:158.

29 Ibn Khallikān, Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ibrāhīm ibn Abī Bakr, *Wafayāt al-Aʿyān wa-Anbāʾ Abnāʾ al-Zamān* (Beirut: Dār Ṣādir, 1994), 5:180.

30 Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 7:734.

31 Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 7:668.

32 Nuʿmānī, Shiblī, *Imām-e Aʿẓam* (Lahore: Sang-e Mīl Publications, n.d.), 169.

33 Ṣafdar, Muḥammad Sarfarāz Khān Gakharwī, *Dhakhīrat al-Jinān fī Fahm al-Qurʾān* (Gujranwala: Mīr Muḥammad Luqmān Brothers, 2006), 10:263–264.

34 Ṣafdar, *Dhakhīrat al-Jinān fī Fahm al-Qurʾān*, 11:430.

35 Ṣafdar, *Dhakhīrat al-Jinān fī Fahm al-Qurʾān*, 18:24.

36 Ṣafdar, *Dhakhīrat al-Jinān fī Fahm al-Qurʾān*, 1:130–131.

37 Amritsarī, Thanāʾ Allāh, *Tafsīr Thanāʾī* (Lahore: Maktabah Quddūsiyyah, 2002), 1:59.

38 Ḥasan, Sayyid Aḥmad, *Aḥsan al-Tafāsīr* (Lahore: al-Maktabah al-Salafiyyah, 1980), 5:302.

39 Ḥaqqānī, Mawlānā ʿAbd al-Ḥaqq, *Tafsīr Fatḥ al-Mannān* (Karachi: Mīr Muḥammad Kutub Khānah, n.d.), 2:447.

40 Al-Azharī, Pīr Muḥammad Karam Shāh, *Ḍiyāʾ al-Qurʾān* (Lahore: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publications, 2012), 3:239.

41 Maḥmūd, Muftī Maḥmūd, *Tafsīr Maḥmūd* (Lahore: Jamʿiyyat Publications, 2011), 3:18.

42 Nadwī, *Tārīkh-e Islām*, 4:431.

43 Nadwī, *Tārīkh-e Islām*, 3:62.

44 *Urdū Dāʾirah Maʿārif-e Islāmiyyah* (2007 ed.), 20:46.

45 *Urdū Dāʾirah Maʿārif-e Islāmiyyah* (2007 ed.), 20:48.

46 *Urdū Dāʾirah Maʿārif-e Islāmiyyah* (2007 ed.), 20:48.

47 *Urdū Dāʾirah Maʿārif-e Islāmiyyah* (2007 ed.), 20:49–50.

48 *Urdū Dāʾirah Maʿārif-e Islāmiyyah* (2007 ed.), 20:52.

49 Ṣiddīqī, Naʿīm, *Tārīkh-e Islām* (Lahore: Maktabah Dāniyāl, n.d.), 737.

50 Ḥaqq, Mawlānā Samīʿ al-Ḥaqq, "Ghaznawī aur Abdālī ke Des Mein (Safar-e Afghānistān)," *Māhnāmah al-Ḥaqq* 44, no. 7 (Rabīʿ al-Thānī 1430 AH / April 2009): 11.

51 Naʿīmī, Muftī Aḥmad Yār Khān, *Tafsīr Naʿīmī* (Gujrat: Naʿīmī Kutub Khānah, 2003), 4:248.

52 Qādirī, Muḥammad Ilyās, *Fayḍān-e Sunnat* (Karachi: Maktabat al-Madīnah, 2020), 1:164.

53 Iqbāl, Muḥammad, *Kulliyāt-e Iqbāl* (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1990), 177.

54 Iqbāl, Muḥammad, *Musāfir: Siyāḥat-e Chand Rozah-yi Afghānistān* (Lahore: Kapoor Art Printing Works, 1936), 24.

55 Nehru, Jawāharlāl, *Tārīkh-e ʿĀlam par Ek Nazar* (Lahore: Takhlīqāt, 1995), 247.

56 Nehru, *Tārīkh-e ʿĀlam par Ek Nazar*, 247; Qāsimī, Muftī Muḥammad Shamīm Akhtar, "Hindustān mein Ishāʿat-e Islām se Mutaʿalliq Iʿtirāḍāt kā Jāʾizah," *Māhnāmah Dār al-ʿUlūm Deoband* 92–93, nos. 1–12 (Dhū al-Ḥijjah 1429–Muḥarram 1430 AH / December 2008–January 2009): 8.

57 Nehru, *Tārīkh-e ʿĀlam par Ek Nazar*, 247.

58 Nehru, *Tārīkh-e ʿĀlam par Ek Nazar*, 247.

59 Nehru, *Tārīkh-e ʿĀlam par Ek Nazar*, 247.

60 Mountstuart Elphinstone, *The History of India: The Hindu and Mahometan Periods* (London: John Murray, 1866), 341.

61 ʿAbd al-Matīn, Muftī, "Aurangzeb ʿĀlamgīr aur Ghayr Muslim Muʾarrikhīn kā Mutaʿaṣṣibānah Sulūk," *Māhnāmah al-Ḥaqq* 46, nos. 1–2 (Muḥarram 1432 AH / October–November 2010): 66.

62 Raḥīmī, Muḥammad Afḍal Mumtāz, *Ummat ke Roshan Chirāgh* (Bangalore: Raḥīmī Shifā Khānah, n.d.), 1:162.

63 Ṣiddīqī, *Tārīkh-e Islām*, 736; Al-Ṭālibī, *Nuzhat al-Khawāṭir wa-Bahjat al-Masāmiʿ wa-al-Nawāẓir*, 1:71; Al-Ziriklī, *al-Aʿlām*, 7:171.

64 Nadwī, *Tārīkh-e Islām*, 4:424.

65 Mīrthī, Muftī Zayn al-ʿĀbidīn Sajjād, and Muftī Intiẓām Allāh Shahābī Akbarābādī, *Tārīkh-e Millat* (Lahore: Idārah Islāmiyyāt, 1991), 3:411.

66 Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa-al-Nihāyah* (1988 ed.), 11:286.

67 *Urdū Dāʾirah Maʿārif-e Islāmiyyah* (1982 ed.), 14:522.

68 *Urdū Dāʾirah Maʿārif-e Islāmiyyah* (2007 ed.), 20:52.

69 Elphinstone, *The History of India*, 321.
70 Raḥīmī, *Ummat ke Roshan Chirāgh*, 1:166.
71 Al-Ṭālibī, *Nuzhat al-Khawāṭir wa-Bahjat al-Masāmi' wa-al-Nawāẓir*, 1:71.
72 Al-Ziriklī, *al-A'lām*, 7:171.
73 Elphinstone, *The History of India*, 320.
74 Mīrthī and Akbarābādī, *Tārīkh-e Millat*, 3:417.
75 Elphinstone, *The History of India*, 321.
76 Mīrthī and Akbarābādī, *Tārīkh-e Millat*, 3:413–414.
77 Mīrthī and Akbarābādī, *Tārīkh-e Millat*, 3:420.
78 Al-Subkī, *Ṭabaqāt al-Shāfi'iyyah al-Kubrā*, 5:319.
79 Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa-al-Nihāyah* (1988 ed.), 12:30.
80 Elphinstone, *The History of India*, 321.
81 Ibn Kathīr, *Ṭabaqāt al-Shāfi'iyyīn*, 401.
82 Al-Qārī, Mullā 'Alī ibn Sulṭān Muḥammad, *al-Athmār al-Janiyyah fī Asmā' al-Ḥanafiyyah*, ed. 'Abd al-Muḥsin 'Abd Allāh Aḥmad (Baghdad: Markaz al-Buḥūth wa-al-Dirāsāt al-Islāmiyyah, Dīwān al-Waqf al-Sunnī, 2009), 2:646.